بسم اللہ الرحمن الرحیم

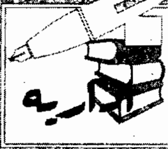

مسئلہ ختم نبوت......اور قادیانی فتنہ!

رئیس التحریر کے قلم سے

وقا اللہ تعالیٰ؛. ماکان محمد اباا حد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیماً (الاحزاب40)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛ ان الرسالہ والنبوۃ قدانقطعت فلا رسول بعد ولانبی' عن ثوبان قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم؛ انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ ترمذی رقم الحدیث(2219)

مذکورہ بالا آیت اور احادیث شریفہ سے قطعیت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہو گیا ہے۔ آپ کے بعد نبوت و رسالت کا اعلان کرنے والا کذاب اور دجال ہوگا۔ اس کا دعوی باطل اور مردود ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر دین کی تکمیل کی بشارت سنادی فرمایا؛۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا! (المائدہ3) اور یہ بھی فرمادیا۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو قابل قبول ہے۔ فرمایا؛ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (آل عمران85) اللہ تعالیٰ کو جو دین مطلوب ہے وہ صرف اسلام ہے جو خاتم النبیین پر نازل ہوا۔

نبی اور رسول اس لیے مبعوث کیے جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کی ہدایات و تعلیمات اس کے بندوں تک پہنچائیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست کوئی بشر ہمکلام نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہر شخص پر وحی نازل ہوتی ہے۔ یہ صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

ہم کلام بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ان پر بذریعہ جبریل علیہ السلام وحی بھی نازل ہوتی ہے۔ فرمایا؛ وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب اویرسل رسولا فیوحی باذنه مایشاء انه علی حکیم (الشوریٰ 51)

اب چونکہ دین مکمل ہو گیا اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو ہدایات و تعلیمات اور احکام ونواھی نازل کرنے تھے۔ وہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل کر دیئے اب یہی تعلیمات قیامت تک کے لیے کافی ہیں۔ اس میں اضافے کی ضرورت نہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وحی کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا جب وحی منقطع اور ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔ تو پھر کسی نبی، رسول یا پیغمبر کی ضرورت بھی نہ رہی۔ اس حقیقت کی روح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور یہ ایک فیصلہ کن امر ہے اس پر بحث ومناظرہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ فیصلہ ہو چکا یہی ہمارا ایمان ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر بحث یا مناظرہ کرنے والوں کے لیے لحہ فکر یہ ہے؟ کیا انہیں نبوت ختم ہونے پر شک ہے۔ کیا مناظرہ یا بحث کے بعد اس کا فیصلہ ہونا باقی ہے؟ آیا مناظرہ کرنے والے یہ طے کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔ یا نہیں...... ہرگز نہیں۔

اصل مسئلہ ختم نبوت نہیں۔ بلکہ آنجہانی غلام احمد قادیانی کا فتنہ اور شرانگیزی ہے۔ اس پر بات ہونی چاہیے۔ کیا یہ کذاب اور دجال اس لائق ہے۔ کہ اسے انسان کے ادنیٰ مرتبے پر بھی قبول کیا جا سکے۔ اور یہ بھی دیکھنا ہے۔ کہ اس کی تعلیمات میں وہ کون سا پہلو ہے۔ جو انسانوں کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔ اس کی جملہ باتیں اللہ تعالیٰ سے بغاوت وسرکشی پر مبنی ہیں۔ جو اٹل فیصلے اللہ رب العزت نے فرما دیئے۔ یہ بدبخت ان کی مخالفت کرتا ہے۔ اس کے تمام دعوے کفر ظلم اور جہالت پر مبنی ہیں۔ عقلاً اور نقلاً اس کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ اپنے دعوے کے نتیجے میں ازخود ہی دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس لیے کہ اسلام کا دائرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھومتا ہے۔ جو آپ کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور کسی قسم کی کوئی تاویل نہں کرتا۔ وہ اسلام کے دائرہ میں رہتا ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں شبہات پیدا

کرتا ہے اور آپ کو کامل رسول کے ساتھ خاتم النبیین نہیں مانتا وہ از خود ہی اس دائرے سے نکل جاتا ہے اور کسی دوسرے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے جس پر اس کا ایمان ہے۔لہٰذا یہ امر بھی طے شدہ ہے۔اس پر کسی کو اصرار نہیں کرنا چاہیے۔کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تو قائل ہے۔لیکن آپ کے بعد نبوت کے خاتمے کا قائل نہیں بلکہ غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہے۔انہیں قادیانی کا دائرہ تسلیم کرنا چاہیے جس کا اسلام اور مسلمانوں سے قطعاً کوئی تعلق ہیں اور اپنے آپ کو قادیانی کہلائیں یا کچھ اور لیکن مسلمان ہرگز ہرگز نہیں۔1819ء میں جب آنجہانی غلام احمد قادیانی نے پہلے مہدویت کا اعلان کیا۔اس کے بعد مسیح موعود اور آخر میں نبوت کا اعلان کر دیا۔عام مسلمان اس کے پرفریب دعاوی سے قطعاً آگاہ نہ تھے۔یہ تو مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کا کارنامہ ہے جنہوں نے سب سے پہلے اس فتنے کے خلاف آواز اٹھائی۔اس تحریک کا آغاز ان کے اس خطہ سے ہوا۔جس میں انہوں نے غلام احمد سے وضاحت طلب کی اور اس جھوٹے دعوے کے بارے میں استفسار کیا۔اور انہوں نے جواب صرف اتنا لکھا ''جو تم نے سمجھا وہ ٹھیک ہے'' یہی سے یہ معاملہ رسائل وجرائد تک پہنچا۔اور تعلیم یافتہ لوگ اس فتنے سے آگاہ ہونے لگے۔تحریک کا دوسرا دور اشتہارات کی شکل میں سامنے آیا۔چونکہ اس دور میں ذرائع ابلاغ بہت محدود تھے۔ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ دیر سے پہنچتی۔اور اس کا ذریعہ بھی یا تو مسافر ہوتے یا کوئی تاجر۔لیکن یہ اشتہارات جگہ جگہ چسپاں کر دیئے جاتے۔خوب تشہیر ہوتی ان کے ذریعے مناظرہ کا چیلنج دیا جاتا۔اور موضوع آنجہانی غلام احمد کے دعوے ہوتے۔لیکن یہ اپنی زندگی میں کبھی کسی مناظرے میں سامنے نہ آیا۔اس کے حواری آتے۔اور بدترین شکست سے دوچار ہوتے اور آخر کار 1901ء میں تحریک آخری مرحلے میں داخل ہوئی جس میں مباہلے کے چیلنج ہوئے۔جس کے جواب میں 1901ء میں ہی مرزا قادیانی نے دعا پر مبنی ایک اشتہار مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف شائع کیا اور کہا جو جھوٹا ہے وہ دوسرے کی زندگی میں مر جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے حق کو ظاہر کرنا تھا۔لہٰذا 1908ء میں خود مرزا آنجہانی ہو گئے۔جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر عطا فرمائی اور آپ 1948ء کو سرگودھا میں فوت ہوئے۔اللھم اغفرلہ وارحمہ

غلام احمد کے فوت ہونے کے بعد بھی یہ تحریک رکی نہیں بلکہ ممتاز علماء، مفکرین اسلام، وکلاء، اساتذہ، حتی کہ بعض جگہ عام لوگوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اور آنجہانی کے پیروکاروں کا خوب محاسبہ کیا۔

تحریک ختم نبوت کے نام سے جاری یہ جدوجہد مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی بلا زوال مثال ہے۔ یہ واحد مسئلہ تھا جس نے تمام مسالک کے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ حتی کہ وہ لوگ جو اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں! انہوں نے بھی تحریک میں اپنا حصہ ڈالا۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے مختلف مراحل اور کوششیں ہیں بطور مثال ہم مقدمہ بہاولپور لیتے ہیں۔ یہ ایک عملی تحریک تھی یہ دلچسپ مقدمہ 1926ء میں ریاست بہاولپور کی عدالت میں پیش ہوا۔ اور 1935ء میں اس کا فیصلہ ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ الٰہی بخش نامی شخص نے اپنی بیٹی غلام عائشہ کا نکاح عبدالرزاق کے ساتھ کر دیا۔ ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ معلوم ہوا۔ عبدالرزاق نے قادیانی مذہب اختیار کیا ہوا ہے۔ لہٰذا تنسیخ نکاح کے لیے عدالت سے رجوع کیا گیا اب اہم سوال یہی تھا کہ غلام عائشہ مسلمان خاتون ہے جبکہ عبدالرزاق قادیانی غیر مسلم ہے۔ یہ مقدمہ بہت اہم تھا۔ اور اب عدالت نے فیصلہ کرنا تھا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ اسی اثناء میں عبدالرزاق خودکشی کر لیتا ہے۔ تاکہ عدالت یکطرفہ مقدمہ خارج کر دے۔ اور فیصلہ نہ ہو۔ مگر اس وقت کے علماء نے عدالت کو مجبور کیا کہ وہ سماعت جاری رکھے۔ اور فیصلہ کرے۔ لہٰذا 1935ء کو عدالت نے عبدالرزاق کو غیر مسلم قرار دیا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی یہ حساس ترین مسئلہ رہا۔ جس کے خلاف دو بڑی تحریکیں چلیں۔ پہلی تحریک 1953ء میں شروع ہوئی۔ ہزاروں کارکن گرفتار ہوئے جبکہ مولانا مودودی اور مولانا عبدالستار نیازی کو سزائے موت سنائی گئی اگرچہ بعد میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ لیکن یہ تحریک اس مسئلے کی حساسیت کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہوئی۔

دوسری بڑی تحریک 1974ء میں چلی جب (ربوہ) چناب نگر کے اسٹیشن پر قادیانی غنڈوں نے ملتان سے آئے طلبہ کو زدوکوب کیا۔ اور انہیں شدید زخمی کر دیا۔ اس تحریک کا آغاز (لائلپور) فیصل آباد سے ہوا۔ اور یہ تحریک ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور اس میں بھرپور

حصہ لیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ بڑے بڑے جلوس نکلتے' دکانیں نماز عصر کے وقت بند ہو جاتیں تمام مسالک کے علماء ایک اسٹیج پر تقاریر کرتے۔ اس تحریک نے پورے پاکستان کو جام کر دیا۔ مجبوراً یہ قضیہ قومی اسمبلی میں گیا۔ جہاں ایک طویل بحث و مباحثہ کے بعد اتفاق رائے سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق کے عہد میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ جس کی رو سے قادیانیوں کو شعار اسلام استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔

اس میں دو رائے نہیں قادیانی مذہب کی آڑ میں سیاسی ایجنڈا رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آغا شورش کاشمیری نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ ''قادیانی مذہب کی پناہ لیتے ہیں۔ لیکن سیاست کا ناٹک کھیلتے ہیں۔ جب کوئی ان کے سیاسی عزائم کا محاسبہ کرتا ہے۔ تو وہ مذہب کے حصار میں بیٹھ کر ''ہم اقلیت ہیں'' گانا بجاتے ہیں۔ اور عالمی ضمیر کو معاونت کے لیے پکارتے ہیں۔ جس سے حقائق سے ناآشنا دنیا سمجھتی ہے۔ کہ پاکستان کے جنونی مسلمان اس چھوٹی سی اقلیت کو کچل دینا چاہتے ہیں۔

پاکستان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔ جن کے دماغ بہت چھوٹے ہیں اور وہ دنیاوی مفادات کی خاطر قادیانی مسئلہ پر جاہلانہ گفتگو کرتے ہیں۔ اور ان کے لیے ہمدردی اور نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ان کے حقوق کی حفاظت کے لیے بڑے پر جوش ہیں خاص کر موجودہ تحریک انصاف کی حکومت میں انہوں نے خوب سر اٹھایا اور خود اعلیٰ عہدوں پر لا بٹھایا اور جب شدید عوامی ردعمل سامنے آیا تو اسے فارغ کر دیا گیا۔

ایک بات بہت تعجب خیز ہے۔ کہ قادیانی خود کو کبھی اقلیت نہیں مانتے اور نہ ہی آئین پاکستان کو تسلیم کرتے ہیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ان کی مخصوص نشستیں ہیں۔ لیکن کوئی قادیانی اس پر اسمبلی میں نہیں آتا۔

اس کا مطلب ہے کہ وہ اسے بحیثیت اقلیت قبول نہیں کرتے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ بعض موجودہ وزراء مفت میں ان کے وکیل صفائی بنے ہوئے ہیں۔

ہم یہ بات واضح کر دینا چاہتے کہ جب قومی اسمبلی اتفاق رائے سے انہیں غیر مسلم

قرار دے چکی اور آئینی طور پر یہ غیر مسلم ہیں۔ تو بار بار اس مسئلے کو چھیڑنا عقل مندی نہیں۔ اس سے تشویش پیدا ہوتی ہے اس لیے حکومت ایسی کوئی حماقت نہ کرے۔ اور انہیں کوئی اہمیت نہ دے۔ یہ نہ تو محب وطن ہیں اور نہ ہی خیر خواہ!

عربی زبان ..... حکومت پنجاب کا ...

عربی زبان کی اہمیت ضرورت اور افادیت سے ہر مسلمان بخوبی آگاہ ہے۔ ہمارا دین عربی زبان میں نازل ہوا۔ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی ہے۔ اسلامی تعلیمات کا مکمل ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز وشب میں صادر ہونے والے تمام فرامین اور اعمال حسنہ کو عربی میں ہی بیان کیا۔ اس کی جملہ تشریحات اور قرآن حکیم کی تفاسیر عربی میں ہیں احادیث کا تمام ذخیرہ عربی زبان میں ہے۔ تمام آئمہ اور فقہاء نے قرآن وحدیث سے مستنبطہ مسائل کو عربی زبان میں بیان کیا۔ حتیٰ کہ اصول فقہ اور اصول حدیث بھی عربی میں مرتب کیے۔ گویا طلوع اسلام سے لیکر اب تک دین اسلام پر ہونے والا تمام کام عربی زبان میں ہے۔ لہٰذا آج کوئی شخص اگر اسلام کے بنیادی مسائل عقائد عبادات' معاملات' اخلاقیات کو سمجھنا چاہے۔ تو اسے براہ راست ان امہات الکتب کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جو ساری کی ساری عربی میں ہیں۔ لہٰذا عربی زبان جانے بغیر وہ براہ راست مستفید نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ ترجمہ شدہ کتب سے استفادہ کرتا ہے تو اس میں فہم کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم دین اسلام کی حقیقی روح کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں اور معاشرے سے فرقہ واریت کا خاتمہ چاہتے ہیں تو ہمیں براہ راست کتاب وسنت کا علم ہونا چاہیے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں عربی زبان آتی ہو۔

لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں عربی زبان کے ساتھ ہمیشہ سوتیلا سلوک ہوتا رہا اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں بطور زبان بھی اختیار نہ کرسکے۔ قیام پاکستان کے بعد جب علامہ محمد اسد رحمہ اللہ کو پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے سفارشات مرتب کرنے کی